# لطیفہ ۲۴

## امیروں، بادشاہوں، مسکینوں اور محتاجوں سے ملاقات اور سیف خاں کے اوصاف کا بیان

**قال الاشرف:**

حشمة الملوک ظلّ من الا لوهية و خضوع لهم نوع من العبوديّت یعنی جناب سید اشرف جہاں گیرؒ نے فرمایا، بادشاہوں کی حشمت اللہ کی صفت کا سایہ ہے اور ان سے انکسار سے پیش آنا اللہ تعالی کی عبادت میں سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا انسانوں کے مختلف طبقات اور دنیا میں یہ بات مشہور ہے کہ درویش کو سلاطین اور ملوک سے کیا تعلق اور بادشاہوں سے رسم و راہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ عوام کا یہ قول ایک بڑی غلطی ہے جس سے جہالت،غرور اور خود پسندی کی بو آتی ہے۔اے عزیز اگر کوئی شخص خود کو دوسرے شخص سے بہتر خیال کرتا ہے تو یہ خیال بذات خود شیطان کا عمل،اس کی فریب کاری اور نفس امارہ کی صفت ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے(شیطان نے جواب دیا)اَنَاخَيۡرٌ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ[1] (ترجمہ: میں اس سے بہتر ہوں۔تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو تو نے خاک سے پیدا کیا)۔اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو اپنے سے بہتر تصور کرے تو ادنیٰ مقام سے اعلیٰ درجے کی جانب ترقی کرے گا۔تم نے آیہ کریمہ میں پڑھا ہے وَلَا تَزِرُوَا زِرَةٌ وِّزۡرَاُخۡرٰى[2] (ترجمہ: اور کوئی شخص کسی (گناہ) کا بوجھ نہ اٹھائے گا)۔لیکن اس کا کیا فائدہ جب تم اس حقیقت سے نا آشنا رہے۔نیک لوگوں کی نیکیاں برے لوگوں کی برائیوں کے دفتر میں نہیں لکھتے نہ بروں کی برائیاں احرار کے نامے میں لکھی جاتی ہیں۔قطعہ[3]

---

[1] پارہ ۸،سورہ اعراف،آیت ۱۲ [2] پارہ ۱۵،سورہ بنی اسرائیل۔آیت ۱۵

[3] یہاں مطبوعہ نسخے میں رباعی نقل ہوئی ہے لیکن تمام مصرعے رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہے اس لیے مترجم نے یہاں ترجمے میں رباعی کے بجائے ''قطعہ'' تحریر کیا ہے۔

چرا بینی بہ سوئے کس بہ انکار
کہ محرومی بسے می آرد ایں کار
کہ اندر نامۂ اعمال نیکاں
بنویسند ہر گز سوئے اشرار

ترجمہ: توکسی دوسرے کی طرف انکار کی نظر سے کیوں دیکھتا ہے۔ بہت سی محرومیاں اسی عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے برے لوگوں کی برائیاں نیکوں کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں۔

اسی بنا پر کسی شخص کا مراتب سے گر جانا اور طاعت میں کمی رہ جانا، کاملین کے مشرب کے مطابق نہیں ہوتا۔شاید بوستاں کی یہ حکایت تیرے گوشِ ہوش تک نہیں پہنچی کہ ایک مغرور عابد نے ایک گنہگار سے نفرت کا برتاؤ کیا اور اپنے اس عمل کی شامت سے سب سے پست درجے میں پہنچ گیا۔ بیت:

گنہ گار اندیشناک از خدائے
بسے بہتر از عابدِ خود نمائے

ترجمہ: وہ گنہ گار جو اللہ تعالی سے ڈرتا ہے وہ خودنما عابد سے بہتر ہے۔

اب ہم اصل گفتگو پر آتے ہیں۔امرا اور سلاطین یا تو عبادت گزار اور عادل ہوتے ہیں یا ظالم ہوتے ہیں۔اگر وہ عادل ہیں تو عادل و عابد کا چہرہ دیکھنا باعث برکت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **عند ملاقات الملوک تنزیل الرحمة** یعنی بادشاہوں سے ملاقات کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔حضرت علیہ الصلواۃ والتحیات ۔نوشیرواں کے شرک کے باوجود اسے **اهنا ها و از کھا** (وہ مبارک اور پاکیزہ تھا) فرماتے ہیں۔

(حضور علیہ السلام نے) انتہائی فخر و ناز سے فرمایا، **ولدت فی زمن الملک العادل نو شیرواں** یعنی میں عدل کرنے والے بادشاہ نوشیرواں کے زمانے میں پیدا ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا **انّ افضل عباداللہ عند اللہ منزلة یوم القیٰمة امام عادل و رفیق کامل** یعنی بے شک قیامت کے دن خدا کے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے بہتر بندے عادل بادشاہ اور کامل دوست ہوں گے۔اس سے زیادہ اور کون سا رتبہ بلند ہوسکتا ہے کہ (انصاف کرنے والے بادشاہوں کے سبب) رذیل اور شریر افراد سلطنت کے دبدبے اور شوکت کے خوف سے تابعداری اور اطاعت کا حلقہ اپنی گردن میں ڈال لیتے ہیں اور اپنے قدم اعتدال کے دائرے سے باہر نہیں نکالتے۔ قطعہ:

چہ دولت پیش ازیں کز عدلِ شاہاں
جہاں سر بر خطِ اسلام بنہد

چہ جائے انس کز انصاف طائر
نشیمن بر فروعِ دام بنہد

ترجمہ: اس سے بہتر وہ کون سی دولت ہے کہ بادشاہوں کے عدل کی وجہ سے دنیا اسلام کے حکم پر سر جھکا لیتی ہے۔ اس محبت کا مقام کس قدر بلند ہے کہ ایک پرندہ قفس کی تیلیوں پر آشیانہ بنا لے۔

نیک و برگزیدہ لوگ حصول معاش کے ساتھ عبادت میں بھی مشغول رہتے تھے۔ بیابانِ عدالت اور صحرائے شجاعت کے شیر، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، **سلطان عادل خیر من مطر و ابل حیث** یعنی عادل بادشاہ بارش سے اور ہل میں جتنے والے اونٹ سے بہتر ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، **عدل ساعة خیر من عبادة ستّین سنة** یعنی ایک گھڑی کا انصاف ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایسے عادل بادشاہوں اور دنیاوی حاکموں کے لیے دعا اور ثنا کرنا عام مخلوق پر لازم ہے۔ بیت :

زباں آورے کاندریں امن و داد
ثنایش نہ گوید زبانش مباد

ترجمہ: اگر کوئی زبان رکھنے والا امن و انصاف کے دور میں ان کی تعریف نہ کرے تو وہ گونگا ہو جائے۔

اگر کوئی (بادشاہ یا حاکم) بدکار اور ظالم ہے تو تمام عابدوں، زاہدوں اور مشائخ پر فرض ہے کہ اسے سمجھائیں اور سیدھے راستے پر لائیں لیکن ان کی غرض مردار چیزیں اور دنیا کے گندے اسباب حاصل کرنا نہ ہو بلکہ ان بزرگوں کی ہمت اس بات پر لگ جائے کہ بدکاروں کا گروہ منع کردہ کاموں سے بچے اور غیر شرعی باتوں سے پرہیز کرنے لگے۔ ان کی توجہ شرعی کاموں اور اصلی کمالات حاصل کرنے کی طرف ہو جائے، کیونکہ بغیر (اچھی) نیت کے قدم اٹھانا، حرام کوشش ہے۔ یہی حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے، **الاعمال باالنیات** یعنی اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔

نبی علیہ السلام معبودیت کے دریا میں مستغرق تھے اور ولی نبی کا تابع ہوتا ہے (لہذا بقول) **التابع کالمتبوع** یعنی پیروی کرنے والا پیروی کیے جانے والے کی مثل ہے (ولی بھی معبودیت کے دریا میں مستغرق رہتا ہے) اگر گندگی کی کشتی سمندر میں الٹ جائے تو سمندر پر اس گندگی کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ قطعہ:

نفسِ گوہر مثالِ دریائیست
کہ مراورا نہ قعر و پہنائیست
گرفتد اندر و کثیفہ چہ باک
پاک را از نجس چہ پروائیست

ترجمہ: موتی اپنی ذات میں سمندر کی مانند ہے کہ نہ اس کی تہہ ہوتی ہے نہ حد ہوتی ہے، اگر اس پر گندگی گر جائے تو کوئی

اندیشہ نہیں۔ پاک کو ناپاک سے خوف نہیں ہوتا۔

اہلِ کمال اور صاحبِ وصال حضرات کا ہمیشہ سے یہ موقف رہا ہے کہ عمرو، زید سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس میں آلودہ نہیں ہوتے، البتہ زمانے سے نا واقف ایک گروہ ہے جس نے (مشاہدے کے لیے) نزدیک و دور کا سفر نہیں کیا، ان راستوں پر نہیں چلا جو اکابر نے اختیار کیا تھا اور نہ حصول کے چہرے سے پردہ اٹھایا۔ یہ گروہ احساسِ محرومی میں مبتلا رہتا ہے، فقر و درویشی سے متعلق اونچی اونچی باتیں کرتا ہے۔ اہلِ کمال کے انکار پر کمر بستہ رہتا ہے اور مسلمانوں سے حسد اور ان کی غیبت کرتا ہے۔ رباعی:

پوشیدہ مرقع اند ایں خامے چند
بر بستہ و طامات الف لامے چند
نا رفتہ رہِ صدق وصفا گامے چند
بد نام کنندۂ نکو نامے چند

ترجمہ: چند خام کاروں نے درویشوں کی گدڑی پہن لی ہے۔ اور فقیری کے بارے میں لن ترانیاں کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ سچائی اور پاکیزگی کی راہ میں چند قدم بھی نہیں چلے۔ ان چند خام لوگوں نے نیکوں کو بدنام کر دیا ہے۔

اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ فقیر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک شرعی فقیر اور دوسرے طریقی فقیر۔ شرعی فقیروں کے پاس اگرچہ زر و مال نہیں ہوتا لیکن زر و مال نہ ہونے کا غم ہوتا ہے۔ بیت:

گرچہ زر نیستش غمِ زر ہست
غم پےِ زر زہر بدی تبراست

ترجمہ: اگرچہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو مال نہ ہونے کا غم ہے۔ مال کے لیے غم کرنا ہر برائی سے بری ہونا ہے۔

اگر ایسا شخص سلاطین اور بادشاہوں سے ملاقات کرے تو جائز ہے کیونکہ اس کے اہل و عیال فقر و فاقے سے، ناداری کے عذاب اور خوراک کی قلت سے چھٹکارا پاتے ہیں۔ اس کو باطنی قوت حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے نماز اور روزے کی ادائیگی میں انتشار پیدا نہیں ہوتا۔ قطعہ:

تو درونِ نماز و دل بیروں
گشتہا می کند بہ مہمانی
ایں چنیں حالتِ پریشاں را
شرم ناید نماز می خوانی

ترجمہ: تو نماز میں ہے اور تیرا دل کسی کا مہمان ہونے کے لیے گشت کر رہا ہے، ایسی پریشان حالت میں کیا تجھے نماز

پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

ایسی صورت میں ایک حق اپنی بنیاد پر قائم ہو جاتا ہے کہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَساکِیۡنِ وَالۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡھَا[1] (صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن صدقات پر متعین ہیں) فقرائے طریقت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک کامل اور دوسرے مکمل۔ **کامل** کی حقیقت یہ ہے کہ اس کا وجود اپنی فطرت کے ظہور میں تنگ ہونے کی بنا پر، وحدت کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اگر (کبھی) پرکار کی مانند نقطہ وحدت سے ہٹ کر کثرت کی جانب پلٹتا ہے تو بے ذوق ہو جاتا ہے۔ اور پہلی سی حضوری اور پہلا سا شوق اپنے اندر نہیں پاتا۔ یہ قسم بھینگے آدمی کی سی ہے جو کثرت کے دائرے کو وحدت کے نقطے سے جدا جانتا ہے، ورنہ حقیقت میں کثرت بھی وحدت ہی سے مستفاد ہے۔ دوئی تو ظاہر میں نظر آتی ہے۔ جو شخص اس مقام پر ہو اس کا بھائی بندوں اور اہل عرفان سے ملاقات کرنا غیر مفید ہے لیکن اسے دوسرے لوگوں کا انکار نہیں کرنا چاہئے اور ہر حال میں مسلمانوں کا خیر خواہ ہونا چاہئے۔ اگر وہ یہ اعتراض کرے کہ عمرو نے زید سے کیوں ملاقات کی یا زید بکر سے کیوں ملا تو میں ایسے فقیر کو کامل نہیں کہتا۔ فقیری تو تربیت یافتہ اہل تقلید کے گروہ میں ایک رسم ہے۔ یہ گروہ اہل تحقیق سے نہیں ہے، اگر اس کی چشمِ شہود عرفان اور چشمِ وجود وجدان کے سرمے سے منور ہوتیں تو دیکھتیں کہ کائنات کے تمام ذرّے ذاتِ الٰہیہ کا مظہر ہیں اور موجودات کے منظر کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جو خدائے بے مثل کی ذات کے انوار سے روشن ہے۔ کامل کی زبان ذاتِ بے مثل کا کس طرح انکار کر سکتی ہے مگر یہ کہ وہ (کامل نہیں بلکہ) ناقص ہے۔ بیت:

چوں کہ جانِ جان ہر چیزے وے است
دشمنی با جانِ جاں آساں کے است

ترجمہ: جب وہ (ذات) ہر شے کی جان کی جان ہے تو اس جانِ جاں سے اعراض کرنا آسان نہیں ہے۔

مکمل فقیر اگرچہ عالمِ کثرت میں بصورت انسان نظر آتا ہے لیکن در حقیقت وہ وحدت کے سمندر کی مچھلی ہے۔ قطعہ

بداں کہ پیر سراسر صفاتِ حق باشد
اگرچہ پیر نماید بصورتِ بشری
بہ پیش تو چو کف است و بہ وصف چوں دریا
بہ پیشِ خلق مقیم است ہر دمش سفری

ترجمہ: (اے مخاطب) جان لے کہ پیر سراسر اللہ تعالیٰ کی صفات ہوتا ہے اگرچہ بصورت انسان نظر آتا ہے۔ تیرے سامنے جھاگ ہے لیکن وصف کے اعتبار سے دریا ہے۔ مخلوق کی نظر میں مقیم دکھائی دیتا ہے لیکن اس کا ہر سانس سفر میں ہے۔

اس کی (مکمل فقیر کی) پہچان یہ ہے کہ عمرو زید کا انکار نہیں کرتا اور پند و نصیحت کے ذریعے ناپسندیدہ اخلاق کو جو دراصل

---

[1] پارہ ۱۰ سورہ التوبہ آیت ۶۰

نفس ہی کی بری صفتیں ہیں بتدریج مسلمانوں کے باطن سے خارج کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے **اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ**[1] (آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلائیے اور (اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے (کہ اس میں شدت وخشونت نہ ہو) ہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لو اور جان لو کہ اکثر جو ترقی نہ کر سکے ہیں اور خودی کے گڑھے سے بےخودی کی بلندی تک نہ پہنچ سکے ہیں، اس کا سبب ادراک کی کمی اور سمجھ کا قصور تھا۔ **مکمل** فقیر، عارفِ کامل ہوتا ہے، اس کی نظر میں موجودات (اپنے) اسرار کے ساتھ اللہ تعالی کے اسما کا آئینہ ہے اور کائنات (اللہ تعالی کی) لا انتہا صفات کا مظہر ہے۔ کیا غنی کیا فقیر اسی نظر سے موجودات و کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اگر اس میدان بیان کی لگام ڈھیلی کر دی جائے تو سارا راز فاش ہو جائے گا اور دنیا میں شور برپا ہوگا۔ سب (ایسی باتوں کو) کفر والحاد سے منسوب کریں گے (کیوں کہ) **من تفکر بذاته فقد کفر** (جس نے ذات میں تفکر کیا بے شک اس نے کفر کیا) یہ قول اسی مقام پر منطبق ہوتا ہے۔

بنمود ے نشاں ز جمال خدا و لیک
دو جہاں بہم بر آید سر شو روشر ندارم[2]

ترجمہ: اے کاش میں خدا کے جمال کا نشان دکھاتا لیکن (کیا کروں) دونوں جہان درہم برہم ہوجاتے ایسے ہنگامے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

صوفیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استناد کرتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ **بئس الفقیر علٰی باب الامیر و نعم الامیر علیٰ باب الفقیر** یعنی فقیر کا امیر کے دروازے پر جانا اچھا نہیں (البتہ) امیر کا فقیر کے دروازے پر جانا بہتر ہے۔ اگر کسی فقیر کا امیر کے دروازے پر آنا نفسانی راحتوں اور شہوانی لذتوں کے لیے ہے تو وہ حقیقی معنوں میں فقیر نہیں ہے۔ وہ فقیری کے پہلے درجے "توکل" تک پہنچا ہی نہیں۔ اس کی بہ نسبت امیر کی توجہ حصولِ سعادت کے لیے ہے، اگر نہ جائے تو گناہ گار ہوگا۔ وہ رہنمائی کے مرتبے کے لائق نہیں ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے، **لو کان لذمی حاجة فی الباب ابی جهل ان جاء یشفع منّی ان امشی خافیا حتیٰ باب ابی جهل لیقضی امر حاجته** یعنی اگر ذمی کو ابوجہل کے دروازے کی ضرورت ہوتی۔ اگر وہ آتا اور میری شفاعت چاہتا تو میں ابوجہل کے دروازے تک

---

[1] پارہ ۱۴، سورہ النحل آیت ۱۲۵۔

[2] اس شعر کا دوسرا مصرع مطبوعہ اور قلمی دونوں نسخوں میں سہوِ کتابت کے باعث وزن و بحر سے خارج ہو گیا ہے۔ مطبوعہ نسخے میں اس طرح نقل ہوا ہے۔

دو جہاں بہم بر آید سر شوروشر ندارم

قلمی نسخے میں اس طرح ہے۔

دو جہاں ہمی برآیدت و شو ر ندارم

احقر مترجم نے اپنی فہم اور قیاس کے مطابق شعر کی ترجمانی کی ہے۔

برہنہ پا جاتا کہ اس کی مراد پوری ہو۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، شریعت نے جن اعمال کے کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی نوعیت ایسی ہے کہ امیر اس کام کو خود بجالائے تاکہ اس کا ثواب بھی اسے حاصل ہو۔ اگر حالات کا تقاضہ یہ ہو کہ قل الحق او کان مر (حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو) تو بعض اکابر نے حکم کے بارے میں سختی بھی برتی ہے لیکن اکثر مشائخ نے ایسے (حکیمانہ) انداز میں نصیحت کی ہے (کہ سننے والے کو) انکار کی راہ نہ مل سکی، کیوں کہ اس کے (حکم کا) انکار کرنا برا ہے۔ ایک مسئلے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ چنگیز خاں کے اقربا میں ایک امیر تھا۔ اسے سور کے گوشت سے بڑی رغبت تھی۔ ایک درویش اس سے ملنے گئے دیکھا کہ بے حد مغرور شخص ہے۔ اگر آشکارا طور پر حکم کریں گے تو بات بگڑ جائے گی چنانچہ بر سبیل گفتگو فرمایا، حکمت کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ سور کا گوشت بے غیرتی پیدا کرتا ہے کیوں کہ ماں کے ساتھ مستی کرتا ہے۔ امیر نے یہ بات توجہ سے سنی، کہا کہ اب میں سور کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کوئی فرماں روا فرعون سے زیادہ جابر نہ ہوا ہوگا اور حضرت موسیٰ کی اس کو زیادہ سے زیادہ تبلیغ اور رسالت معلوم ومشہور ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَقُوْلاَ لَهٗ قَوْلاً لَّینًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَکَّرُاَ وْ یَخْشٰی[۱] (پھر اس سے نرمی سے بات کرنا شاید (بہ رغبت) نصیحت قبول کرے یا (عذاب الٰہی) سے ڈر جائے۔)

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا، ہم نے بہت سے دنیاوی بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ سلطنت کے احکام جاری کرنے کے باوجود نسبت شہود یہ سے ایک پل کے لیے بھی غافل نہ ہوئے اور حکومت کے کاموں میں مصروف رہنے کے ایک لمحے کے لیے حصولِ ذوق سے الگ نہ ہوئے، رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلاَ بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ[۲] (لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی)۔ (ایسے افراد) اس آیت کے مصداق ہوں گے۔ اسی کے ساتھ فرمایا کہ حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ[۳] نے فرمایا کہ جب میں خلیل اتا کی ملازمت کے لیے گیا تو میرے پاس پھل کا ایک ٹکڑا تھا۔ موسم گرما کا پہلا مہینہ تھا۔ میں نے (انھیں پھل) پیش کیا اور چاہا کہ مدعائے دلی بیان کروں۔ میں نے ترکی زبان میں کہا ''ہر ینجہ اتینگز بیلور نبیر'' میرا حال متغیر ہو گیا اور عجیب وغریب چیزیں مشاہدے میں آئیں۔ کچھ عرصے بعد ماوراالنہر کی سلطنت انھیں (خلیل اتا کو) حاصل ہوگئی۔ مجھے اسی طرح ملازمت کرنی چاہیے۔ ان کے ابتدائی حالات اور بادشاہت کے دور میں کوئی فرق نہ تھا بلکہ مقامات و معاملات کی ترقی زیادہ سے زیادہ ہوتی گئی۔ چھ سال حکومت کی اس کے بعد ترک اختیار کیا۔

---

[۱] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ، آیت ۴۴۔ [۲] پارہ ۱۸۔ سورہ النور آیت ۳۷

[۳] حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ۔ اسم گرامی محمد بن محمد بخاری، کنیت بہاؤالدین لقب نقشبند تھا۔ آپ کی ولادت ۷۱۸ھ میں بخارا سے تین میل کے فاصلے پر ایک قریے قصرِ عارفاں میں ہوئی۔ آپ کی روحانی تربیت حضرت امیر کلال (م ۷۷۲ھ) نے فرمائی لیکن بطریق اویسیت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ (م ۵۷۵ھ) سے مستفیض ہوئے۔ آپ کا وصال ۷۹۱ھ میں ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۱۱۵۔۱۱۸۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ تمام دولت مندوں اور حاکموں کو بے شعوری سے منسوب نہیں کیا جا سکتا اس گروہ میں سے چند حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جو ذوق حضوری اور سرورِ شہودی کے تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

غالبا حضرت سیدّ جعفرؒ[1] کے بارے میں بتایا کہ انھوں نے اپنے مریدوں میں سے ایک مرید کو تحریر کیا تھا کہ میرا طریق ریاضت وسلوک کو یک جا کرتا ہے اور منفرد ہے۔ میں دس ہزار سواروں کے ساتھ سلطان محمد تغلق[2] کی ملازمت میں تھا۔ دنیاوی معاملات میں مصروفیات کے باوجود میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میرے دل میں کبھی اس خطرے نے سر نہیں اٹھایا کہ دنیا فی الواقع وصول حقیقی کی راہ میں رکاوٹ ہے (یعنی نفسِ مطمئنہ حاصل ہو گیا ہے) اگرچہ بعض لوگوں کے سلوک میں دنیا دیوار بن جاتی ہے لیکن اگر کسی شخص کو اللہ تعالی کی توفیق حاصل ہو جائے تو مال واسباب کے ہوتے ہوئے اللہ تعالی تک پہنچنا اور دنیا کے وسیلے سے خود کو آخرت کی مضبوط رسّی سے باندھنا ممکن ہے۔ بیت:

بہ دنیا توانی کہ عقبیٰ خری
بجز جانِ من ورنہ حسرت بری

ترجمہ: اگر تو دنیا کے ذریعے سے آخرت خرید سکتا ہے تو اے میرے پیارے ضرور خرید لے ورنہ حسرت اٹھائے گا۔

شعر:

نیست دنیا بد اگر کارے کنی
بد شود گر عزمِ دینا رے کنی

ترجمہ: اگر تو (اللہ کا) کام کرتا رہے تو دنیا بری نہیں ہے ہاں اس وقت بری ہوجاتی ہے جب تو مال و دولت جمع کرنے کا قصد کرتا ہے۔

**نعم المال وصالح رجال** (ہاں مال ہو اور اچھے لوگ ہوں) اسی مقام کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ دنیا کی آبادی میں اہل صنعت و زراعت کے لیے اس قدر ثواب ہے کہ اس کی تفصیل

---

[1] مطبوعہ نسخے میں آپ کا اسم گرامی ''حضرت سید جعفر'' تحریر کیا گیا ہے معروف تذکروں میں اس نا کام کے کسی بزرگ کا ذکر نہیں ہے یہ غالبًا ''سید شیخ محمد جعفر کلی سرہندی'' ہیں جن کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''اخبار الاخیار'' میں کیا ہے۔ آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ آپ کا مزار سرہند میں ہے۔ ''بحر المعانی'' ''وقایق محان'' ''حقایق محان'' اور چند رسالے آپ کی تصنیف ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اخبار الاخیار۔ اردو ترجمہ ص ۲۹۵۔ ۲۹۶۔

[2] سلطان محمد تغلق ۷۲۵ھ میں سلطان غیاث الدین تغلق کی وفات کے بعد تخت دہلی پر بیٹھا۔ اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں اس نے رعایا کی فلاح و بہبود کے بہت سے کام کیے۔ بعد میں اس نے عام رعایا نیز عالموں، سیّدوں اور بزرگوں پر ظلم و زیادتی شروع کردی۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ کو ستایا۔ بالآخر ملک میں بدامنی پھیل گئی۔ اسی انتشار میں ۷۵۲ھ ستائیس سال حکومت کرنے کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ ملاحظہ فرمائیں کلمات الصادقین مصنفہ محمد صادق دہلوی۔ اردو ترجمہ از لطیف اللہ، کراچی ۱۹۹۵ء ص ۷۳۔

بیان نہیں کی جاسکتی۔آپ نے حضرت علاؤالدولہ السمنانی علیہ الرحمہ کا یہ قول بیان فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس زمین اور کسان کو (ایک خاص) حکمت سے پیدا فرمایا۔ وہ چاہتا ہے کہ زمین آباد رہے اور مخلوق کو فائدہ حاصل ہو۔اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ دنیا کی آبادی میں بے جا خرچ کرنے کے لیے نہیں، فائدے کے لیے حصہ لیتے ہیں اور ان کے اس عمل میں آخرت کی کس قدر بزرگی ہے تو آبادیِ دنیا میں حصہ لینا کبھی ترک نہ کریں اور اگر یہ جان لیں کہ آبادیِ دنیا ترک کرنے اور زمین کو ویران کرنے کا کس قدر گناہ ہے تو ہرگز ایسا کام نہ کریں کہ اسبابِ دنیا برباد ہوجائے۔جس شخص کے پاس (اتنی) زمین ہے کہ اس سے ہر سال ہزار من غلّہ حاصل کیا جا سکتا ہے اگر اپنی غفلت اور بھول سے نو سو من غلّہ حاصل کرتا ہے اور اس سبب سے سو من غلّہ لوگوں کو نہ ملے تو اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔اگر کسی شخص کی حالت ایسی ہے کہ وہ دنیا اور اس کی آبادی میں حصہ نہیں لے سکتا تو اپنا وقت گزارتا رہے لیکن وہ شخص جو تساہل کی وجہ سے آبادیِ عالم میں حصہ نہیں لیتا اور اس بے عملی کو ترک و زہد کہتا ہے تو اس کا یہ موقف سوائے شیطان کی پیروی کے اور کچھ نہیں ہے۔دنیا اور آخرت میں ایسے شخص سے کم تر کوئی فضول آدمی نہیں ہے۔

یہ آبادیِ عالم سلطنت کی نگہداشت اور حکومت کی عنایت کے ذریعے بادشاہوں اور خاقانوں سے وابستہ کی گئی ہے۔اسی بنا پر سرور انبیاء ﷺ نے سلطان کو اللہ تعالی کی رحمت کا سایہ فرمایا اور یہ معنی خلافت کے ہیں جو داؤد علیہ السلام کی شان سے معلوم ہوئے کیوں کہ ظاہری دنیا میں جب کوئی شخص بلندی پر ہو اور اس کا سایہ زمین پر پڑے تو وہ سایہ زمین میں اس کی ذات کا نائب ہوگا اور اس سائے کو اس شخص کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص کا سایہ ہے۔اس شخص کی ذات و صفات میں جو کچھ ہوتا ہے عکس کے ساتھ اس کا اثر سائے میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ ایک عظیم راز ہے۔اس راز کی جانب **انّ اللہ تعالی خلق آدمُ علیٰ صورتہ** (تحقیق اللہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا یعنی اپنی صفات پر پیدا کیا) اشارہ ہے جب اللہ تعالی نے اپنی عنایت کے رازوں میں سے ایک راز ہما کو جو ایک کمزور پرندہ ہے، ودیعت کیا تو دیکھو ہما کے سائے میں کیا خاصیت پیدا ہوئی اور سلطنت بخشی و ملک گیری کی عنایت کا کیا اثر ظاہر ہوا (یہی) کہ وہ سایہ کسی گداگر کے سر پر پڑ جائے تو وہ بادشاہ ہو جائے۔

پس بزرگ و برتر خالق جب انتہائی لطفِ خداوندی سے تمام مخلوق میں سے ایک بندے کو منتخب کرتا ہے اور سایہ خداوندی کی عنایت سے مخصوص کرتا ہے تو وہ ابدی سعادت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔اللہ تعالی کی ذات و صفات کا عکس ابدی پیوستگی کے ساتھ آمادہ رہتا ہے تو بندہ کس قدر دولت و بلندی اور عظمت و بزرگی سے مشرف ہوتا ہے، وہ محترم گو ہر کس قدر سامانِ لشکر تیار کرتا ہے۔اس شریف ذات اور لطیف عنصر میں کم ترین خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اہل و نااہل جس پر اس کی نظرِ عنایت ہو جائے وہ تمام عالم میں مقبل و مقبول ہو جاتا ہے اور جس پر قہر کی نظر پڑ جائے تمام دنیا میں مرتد اور مردود قرار دیا جاتا ہے۔

قدیم باشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا قول نقل کیا گیا ہے ،فمن رفعنا ہ ارتفعوا ومن وضعنا ہ اتضعوا یعنی ہم نے جن لوگوں کو بلند کیا وہ بلند ہوئے اور جن کو پست کیا پست ہوئے۔اس قول میں گہری معنویت ہے لیکن اس شخص کی نظر اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنی خوب معرفت حاصل نہ کرلے۔جس نے یہ کہا کہ ہم رحمان کے نائب ہیں اس نے زمانے کی بات کہی۔ بادشاہوں کے دو گروہ ہیں ایک بادشاہِ دنیا اور دوسرے بادشاہِ دین۔دنیا کے بادشاہ اللہ تعالی کی صفاتِ لطف وقہر کی صورت ہیں لیکن اپنا نقش جمانے میں ناکام رہتے ہیں،اپنی صفات کی پہچان سے محروم ہیں۔اللہ تعالی کی صفاتِ لطف وقہر ان پر آشکار ہوتی ہیں لیکن (اپنی صفات) ان پر ظاہر نہیں ہوتیں جیسے ایک حسین شخص جو اپنے حسن و جمال سے بے خبر ہوتا ہے۔ بیت:

خوش باشد عشقِ خوبروئے
کز خوبیِ خود خبر نہ دارد

ترجمہ: اس خوب رو کا عشق اچھا ہوتا ہے جو اپنی خوبیوں سے بے خبر ہے۔

وہ حضرات جو دین کے بادشاہ ہیں انھیں اللہ تعالی کی صفاتِ لطف وقہر کا مظہر کہتے ہیں۔انھوں نے صورت کے طلسمِ اعظم کو شریعت کی کنجی استعمال کرکے طریقت کی کاری گری سے کھولا ہے اور احوالِ صفات کے خزانوں اور دفینوں کا جو ازل سے پوشیدہ رکھے گئے ہیں،اپنی چشمِ حقیقت سے مشاہدہ کیا ہے۔(یہ حضرات) من عرف نفسه فقد عرف ربه[1] کے خزانے کے سرے پر پہنچ کر خلافتِ ابدی اور سلطنتِ سرمدی کے تخت پر وَاِذَا رَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡمًا وَّمُلۡکًا کَبِیۡرًا[2] (اگر تو اس جگہ کو دیکھے گا تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے) کی ملکیت کے ساتھ بیٹھے ہیں۔

انّ لله ملوكا (بے شک بادشاہ اللہ کے لیے ہیں) ان کے مقام کا اظہار ہے۔کیا سلطان، کیا دربان،کیا خاقان اور کیا دہقان اگر گدڑی میں ہوتے ہیں لیکن ان کے دل زندہ ہوتے ہیں۔ قطعہ:

با ملک ژندپوشاں سلطاں چہ کار دارد
در بزمِ دُردنوشاں خاقاں چہ کار دارد
با جانِ عشق بازاں غم راچہ آشنائی
بر گردنِ مسیحا پالاں چہ کار دارد

ترجمہ: گدڑی پوشوں کی سلطنت سے بادشاہ کو کیا لینا ہے۔تلچھٹ پینے والوں کی بزم میں خاقان کا کیا کام۔غم کو عشق بازوں کی زندگی سے کیا سروکار ہے۔مسیحا کی گردن پر گدھے کی جھول کا کیا کام ہے۔

لیکن بڑی سعادت اور عظیم فائدہ اس میں ہے کہ صاحبِ دولت کو دین و دنیا کی حکومت وسلطنت عطا کی جائے تاکہ

---

[1] جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے پروردگار کو پہچانا۔ [2] پارہ ۲۹۔سورہ دھر آیت ۲۰

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَۃَ وَالْاُوْلٰی[1] (اور ہمارے ہی قبضے میں ہے آخرت اور دنیا) کی خلافت کے ساتھ دونوں مملکت پر قابض ہو جیسا داؤد علیہ السلام کو یہ رتبہ عطا فرمایا گیا کہ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلاَ تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ. اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَانَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ[2] (اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کروگے تو) وہ اللہ کے رستے سے بھٹکادے گی۔ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب بھولے رہے)۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں دس فائدوں کی جانب اشارہ ہے۔

**پہلا فائدہ:** انّا جعلنا ک خلیفۃ ہم نے تجھے نیابت و خلافت دی، اشارہ اس امر کا ہے کہ بادشاہ جانتا ہے کہ یہ بادشاہی اور سلطنت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کہ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ[3] (تو ملک جس کو چاہے دے دیتا ہے)

**دوسرا فائدہ:** تنبیہ ہے کہ ہم نے تجھے ملک دیا جانتا ہے کہ کسی دوسرے کا تھا، شاید ہم سے لے کر دوسرے کو دیدے وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ[4] (اور جس سے چاہے ملک لے لیتا ہے) چنانچہ کوشش کرتا ہے کہ اس سے کونین کا فائدہ اور دنیا و آخرت کا سرمایہ حاصل کرے۔

**تیسرا فائدہ:** ملک رانی اور جہاں بانی کا کام اللہ تعالیٰ کی خلافت و نیابت ہے اس لیے بندوں پر اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے مطابق تصرف کرتا ہے۔ مصرع۔

بہ خلقِ جہاں آفریں کارکن

ترجمہ: دنیا پیدا کرنے والے کے اخلاق کے مطابق عمل کر۔

**چوتھا فائدہ:** فرمایا کہ فاحکم بین النّاس بالحق (پس لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا) اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ بادشاہ حکم رانی اور جہاں بانی کے امور میں اپنی روح کے ساتھ مشغول ہو خاص طور پر جب کہ وہ رعایا میں انصاف کرنے اور مخلوق کے اہم کاموں کو سرانجام دینے میں مصروف ہو کیوں کہ اس عظیم و کریم کام کا ارادہ، دانائی اور صفائے باطن کا تقاضا کرتا ہے اور ایسے شخص کا طلب گار ہے جو بہت سی اچھی عادتوں خصلتوں سے آراستہ ہو۔ بیت:

رعیت نوازی و سر لشکری
نہ کاریست بازیچہ و سرسری

ترجمہ: رعایا نوازی اور لشکر کی سرداری بچوں کا کھیل اور بے ہودہ کام نہیں (اس کے لیے وقت درکار ہے)۔

---

[1] پارہ ۳۰ سورہ الّیل، آیت ۱۳
[2] پارہ ۲۳ سورہ ص آیت ۲۶
[3] پارہ ۳ سورہ آل عمران، آیت ۲۶
[4] پارہ ۳ سورہ آل عمران، آیت ۲۶

جہاں تک ممکن ہے رعایا کی دیکھ بھال اور شاہی احکامات کے کام کسی دوسرے شخص کے سپرد نہ کرے کیوں کہ سلطنت کے نوابوں اور دربار کے وزیروں کو رعایا پر وہ شفقت و رحمت نہیں ہوتی جو بادشاہ کو ہوتی ہے، کیوں کہ وہ مہربانی اور حمایت جو پانچ ہستیوں کو ہوتی ہے کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتی جیسے اللہ تعالی کی رحمت بندے پر نبی کی رافت امت پر، بادشاہوں کی عنایت رعایا پر، والدین کی محبت اولاد پر اور شیخ کی عزت مرید پر اور اس کا لطف مرید پر۔

**پانچواں فائدہ:** فرمایا کہ بادشاہ حق کے ساتھ حکومت کرے یعنی راستی اور انصاف اور شریعت کے احکام کے ساتھ حکومت کرے البتہ بعضے امور کا فیصلہ شاہی قانون کے مطابق کرے۔

**چھٹا فائدہ:** فرمایا جو کچھ کرے حق کرے باطل نہ کرے۔ اپنے نفس کی خواہش اور دنیائے ناپاک کے لیے نہ کرے۔

**ساتواں فائدہ:** فرمایا **لا تتبع الھویٰ** یعنی مطلق نفسانی خواہش کی پیروی مت کر۔ کسی شخص سے اپنے اوقات میں سے کسی وقت کوئی برائی یا جھوٹ سرزد ہوئی تو اس کی خواہشِ نفس کے باعث ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معنی کے ساتھ ظاہر فرمایا، اَفَرَءَ یْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ[1] (سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنا رکھا ہے)۔ فرعون ہو یا بنی اسرائیل ہوں ان کی بت پرستی اور گئوسالہ پرستی تمام کی تمام خواہشِ نفسانی کی وجہ سے تھی۔ بیت:

اے ہوا ہائے تو خدا انگیز
وے خدایان تو خدا آزار

ترجمہ: (اے مخاطب) تیری نفسانی خواہشیں خدا کو ناراض کرنے والی اور تیرے خدا، خدا آزار ہیں۔

**آٹھواں فائدہ:** اللہ تعالی نے مکرر فرمایا کہ خواہش نفسانی کی پیروی کرنا اللہ کے راستے سے بھٹک جانا ہے۔ **فَیُضِلَّکَ عَن سَبِیلِ اللّٰهِ** (وہ خدا کے رستے سے تم کو بھٹکا دے گی) اور خواہش نفسانی کی مخالفت اللہ کے راستے پر چلنا ہے۔ بیت

وفاقِ ہوا بت پرستی بود
خلافِ ہوا حق پرستی بود

(خواہش نفسانی سے موافقت بت پرستی ہے اور خواہش نفسانی کی مخالفت خدا پرستی ہے)

**وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی**(۲) (اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا)۔

---

(۱) پارہ ۲۵۔سورہ الجاثیہ، آیت ۲۳

(۲) پارہ ۳۰۔سورہ النازعات، آیت ۴۰۔۴۱

**نواں فائدہ :** فرمایا کہ **اِنّ الَّذِینَ یُضِلُّونِ عَن سَبِیلِ اللّٰهِ لَهُم عَذَابٌ شَدِیدٌ بِمَا نَسُوا یَومَ الحِسَاب** (جو لوگ خدا کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب بھولے ہوئے رہے) اور خواہش نفسانی پر ڈٹے رہنا، کفر اور سخت عذاب کا مقتضی تھا اس لیے کہ کفر آخرت کو فراموش کر دینے سے عبارت ہے۔خدا کو بھول جانا اور خود کو بھول جانا سخت عذاب کی انتہا ہے کہ **نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ**[1] (جنھوں نے اللہ کو فراموش کیا پس فراموش کر دیا ان پر ان کی جانوں کو)۔

**دسواں فائدہ :** اللہ تعالی نے پھر بتایا کہ نبوت کے مرتبے پر فائز رہتے ہوئے بادشاہت ممکن ہے کہ اس درجے میں جہانداری کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ سلوکِ الٰہی کی کوشش ہو سکتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ صوفیہ کو زمانے اور دنیاوی کاروبار سے بے تعلق ہو کر سلوکِ الٰہی حاصل ہوتا ہے (لیکن) ہمت چاہئے کہ اسباب کی فراہمی اور عادت کے انتشار کے باوجود راہِ سلوک میں داخل ہوں۔بالخصوص ان کے امیر اور وزیر ایسے ہمت آراہوں کہ (طبیعت میں) انتشار کے وقت دلی اطمینان کی طرف لے آئیں۔حضرت سلیمان علیہ السلام کا دنیاوی تقاضا محض اپنی ہمت کے امتحان کا تھا ورنہ معاذاللہ درمیان میں دوسرا معاملہ ہوا ہوتا۔اس دعا میں **رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ**[2] (اے میرے رب میرا قصور معاف کر اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو) چند فوائد ہیں۔

ایک یہ کہ مالک الملک اللہ تعالی کی صفت ہے اور علمِ نبوت اس سے فروتر بندے کی صفت ہے۔

دوسرے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب تمام ملک عطا فرماتا ہے تو اس عطا میں علم اور نبوت داخل ہوتے ہیں مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو جب نیابت کی سلطنت کلّی طور پر عنایت ہوئی تو نبوت اور علم اس میں شامل تھے (فرمان ہوا تو یہ) فرمایا، **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً**[3] (ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب) ایک رسول، ایک عالم یا ایک عابد نہیں فرمایا۔اسی طرح داؤد علیہ السلام سے فرمایا **اِنّا جَعلنَاکَ خَلیفَةً فِی الاَرضِ** (ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے) اس لیے کہ خلافت الٰہی میں تمام امور داخل ہوتے ہیں، پیروی اٹھ جاتی ہے۔

تیسرے یہ کہ جب نبوت و علم کے ساتھ سلطنت کی قوت اور مملکت کی شوکت متحد ہوتی ہے تو اس کا تصرف ہزار گنا بڑھ جاتا ہے اور دین کی عزت تلوار سے آشکار کی جاسکتی ہے۔ بیت :

---

[1] پارہ ۲۸، سورہ الحشر آیت ۱۹

[2] پارہ ۲۳، سورہ ص، آیت ۳۵۔مطبوعہ نسخے میں غالباً سہو کتابت کے سبب آیت اس طرح نقل ہوئی ہے۔ربّ هب ملکاً لاّ ینبغی لاحد۔ترجمے کے متن میں اس سہو کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

[3] پارہ ۱۔سورۃ البقرۃ، آیت ۳۰

ریاض مملکت از جوئبار تیغ ملوک
چو گل شگفتہ و سیراب در بہار بود

ترجمہ: بادشاہوں کی تلوار کی نہر سے مملکت کا باغ اس طرح شگفتہ اور سیراب ہو جاتا ہے جس طرح بہار میں گلاب کا پھول شگفتہ اور سیراب ہوتا ہے۔

اسی بنا پر رسول کریم علیہ السلام نے ابتدائے اسلام میں دعا فرمائی تھی ،**اللھم اعز الاسلام بعمرا و بابی جھل** یعنی الٰہی غالب کر اسلام کو عمر یا ابی جہل (کے اسلام قبول کرنے ) سے ،اور اپنی نبوت کو تلوار سے آراستہ کیا کہ انا نبی السّیف (میں تلوار کا نبی ہوں)۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بادشاہ سلطنت میں رعایا کے لیے عدل وانصاف قائم کرتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے،ظالموں کو ظلم سے اور بدکاروں کو بدکاری سے روکتا ہے،ضعیفوں کو قوی کرتا ہے،ناتربیت یافتہ لوگوں کو تربیت دیتا ہے،اہل علم کی توقیر بڑھاتا ہے تاکہ انھیں حصولِ علم کا شوق پیدا ہو اور مصلحین کی دعائے برکت کا جویا رہتا ہے۔

حضرت شیخ علاؤالدولہ السمنانی ؒ نے فرمایا کہ ابراہیم خاں کے عہد حکومت میں مملکت کا گلزار اور سلطنت کا لالہ زار اس قدر سیراب ہو چکا تھا کہ سرداروں اور امیروں کے علاوہ اطراف و اکناف کی رعایا اور مخلوق جن کی تعداد بارہ ہزار افراد تھی دینی علوم کے درجے تک پہنچ چکی تھی۔دارالسلطنت سمنان میں ایک ہزار مدرسے قائم ہو چکے تھے۔ہر مدرسے میں دو ہزار طالب علم ہوتے تھے۔خانقاہِ سکاکیہ جو مشہور زمانہ ہے انھی کے دور حکومت میں تعمیر ہوئی تھی۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ حکومت کے ارکان اور سلطنت کے مددگار ہر ایک عضوی،حاسّی اور قوّتی عناصر کے مانند ہیں۔جیسے محاسب ،ناظم ، ناظر ،سپہ سالار ،القاب نویس ،منشی ،دبیر ،چوبدار ،خزانچی اور منصرم توشہ خانہ ہوتے ہیں۔تمام اندرونی اور بیرونی حاکم مثلِ حواس خمسہ اور قویٰ انسانی کے ہیں،جیسے آنکھ،ناک ،زبان ،لمس ،فکر ،خیال ،وہم ،حافظہ ،ذاکرہ اور مشترک حس ہوتے ہیں۔سلطنت کے وہ امیر جو قوت ،شوکت ،جوش ،ساز و سامان ،ہمت اور مردانگی کے حامل ہیں اعضائے رئیسہ کی مانند ہیں جنھیں کسی مددگار کی ضرورت نہیں ہوتی۔وہ امیر جو کم تر درجے کے ہیں مثل کلائی ،ران ، پنڈلی اور پیر کے ہیں۔باقی عناصر یعنی خدمت گار ،سوار ،قوم اور اپنے اپنے درجوں کے فرق کے ساتھ عام رعایا مثل جملہ بدن کی نسوں ، پٹھوں ، ہڈیوں ،اور جوڑوں کے ہیں۔جس طرح انسانی وجود تمام اجزائے بدن کا محتاج ہے اسی طرح (مملکت میں) ان میں سے ایک عضو نہ ہو تو اسی نسبت سے سلطنت کے کام میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔پس بادشاہ پر لازم ہے کہ ان ارکانِ سلطنت اور اربابِ منصب میں سے ہر ایک کی اہلیت اور صلاحیت کے مطابق نیز ان کی امانت ،دیانت اور نیک چلنی کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ،تحقیق کرکے ملک کے حصوں میں ان کے کام پر مقرر کرے اور ان کو استقرار بخشے تاکہ وہ اپنے فرائض ملکی مصلحت اور بہتر کارکردگی کے ساتھ انجام دیں اور مملکت کو مضبوط کریں۔(لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ بادشاہ) ہر

منصب دار کے حالات سے باخبر رہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ اگر چشم حقیقت سے دیکھا جائے تو تمام امیر، وزیر، رعایا اور مخلوق، اہل صنعت وحرفت، عبادت کے کام اور سلوک میں مشغول رہتے ہیں بعضے تعلق کے ذریعے سے اور بعضے مدد کے ذریعے سے۔ اگرچہ خلقت پچھلا حکم رکھتی ہے۔ یہ بات اس مثال سے تیری سمجھ میں آسکتی ہے کہ تو دنیا کے دائرے اور اطراف واکناف کو ایک خانقاہ اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس خانقاہ کا شیخ فرض کر۔ انبیائے کامل اور اصفیائے مکمل شیخ کے خلیفہ ہیں اور اولیا کم تر درجے کے خلیفہ ہیں جو وجود کے مشاہدے اور شہود کے معائنے میں غرق ہیں۔ کامیاب امیر اور نامور بادشاہ ان کے خدمت گزار ہیں جو ان کی خانقاہوں اور عبادت گاہوں کو ضروری اسباب فراہم کرتے ہیں۔ یہ اس گروہ کے لیے دہقان، گاؤں کے کسان اور نالیاں کھودنے والے ہیں اور تمام اہل صنعت وحرفت (ان کے لیے) لباس مہیا کرنے والے کاریگر ہیں اور ان ہی کی طرح دوسرے کام کرنے والے تمام گروہوں کو ان کے کام سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر تمھارے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ کافر کس کام کے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ جو فائدہ کافر اور مشرک سے حاصل ہوتا ہے وہ کسی ہستی سے حاصل نہیں ہوتا۔ مثنوی:

احمقے دید کافرے قتال
کرد از خیر او ز پیر سوال

ایک بے وقوف شخص نے بہت زیادہ قتل کرنے والے کافر کو دیکھا تو اپنے شیخ سے پوچھا کہ اس میں کیا بھلائی ہے۔

گفت بابا فرح کہ بدخود نیست
وانچہ بد دیدہ تو آں بد نیست

شیخ نے فرمایا، بچے خوش رہ، بدی اپنی ذات سے بد نہیں ہے۔ جو بدی تو دیکھ رہا ہے وہ بدی نہیں ہے۔

گفت ہست اندر و دو چیز نہاں
کہ نبی و ولی ندارد آں

فرمایا، کہ اس میں دو امر چھپے ہوئے ہیں جو نبی اور ولی میں نہیں ہوتے۔

قاتلش غازی است در رہِ دیں
باز مقتولِ او شہید گزیں

ایک یہ دین کے راستے میں کافر کا قاتل غازی ہے دوسرے یہ کہ قتل ہو جائے تو شہید ہے۔

نازنیں جملہ نازنیں بینند
نظر پاک ایں چنیں بینند

اہل ناز تمام چیزوں کو نازنینوں کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ پاک نظر لوگ دنیا کو اسی طرح دیکھتے ہیں۔

ایں چنیں بودہ اند درویشاں
اے دریغا و صحبتِ ایشاں

درویش بھی اسی طرح کے ہوتے ہیں۔اس شخص پر افسوس ہے جو ان کی صحبت میں نہیں بیٹھا۔

یہ بات خود معقول انداز میں کہی گئی ہے،اگر تم حقیقی عبادت پر غور کرو تو کُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ [1] اور آیہ کریمہ مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَا صِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [2] کا مفہوم معلوم کر کے جان لو گے کہ شاہان دنیا کا انکار کہاں تک پہنچتا ہے۔ قطعہ:

ملو کا نند از ظلِّ الٰہی
کہ مردم زیرِ او آسودہ باشند

بادشاہ (زمین پر) اللہ کا سایہ ہیں کہ مخلوق ان کے نیچے آرام کرتی ہے۔

کسے کو می رود زیں سایہ بیروں
بہ صحرا باد را پیمودہ باشند

جو شخص اس سائے سے باہر ہو جاتا ہے وہ صحرا میں ہوا کو طے کرتا ہے۔

ایازی گر مکن انکارِ ایناں
چہ دانی مظہرِ محمود باشند

اگر تو ایاز ہے تو ان کا انکار نہ کر، تجھے کیا معلوم کہ یہ حضرات محمود کے مظہر ہیں۔

ہمی گویم ترا انکار صورت
بہ معنی می رسد مقصود باشند

انکار کرنے والے میں تجھ سے یہی کہتا ہوں کہ اگر حقیقت تک پہنچ جائے تو یہی مقصود ہیں۔

## سیف خاں کی خوبیوں کا بیان:

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جب اودھ میں پہلی مرتبہ قیام فرمایا تو بلند مرتبہ سیف خاں نے آپ کی ملاقات سے بہت سے دینی فوائد اور ایمانی منافع حاصل کیے۔اس کی نسبتِ عقیدہ اس مقام تک پہنچی کہ آپ نے اسے ہدایت کے شرف سے نوازا۔اگرچہ آپ عادتاً دنیاوی امیروں اور وزیروں کو تلقین کرنے میں کمی نہ کرتے تھے لیکن سیف خاں کے کامل عقیدے اور

---

[1] پارہ ۲۱ سورہ الروم آیت ۲۶ (ترجمہ) سب اسی کے تابع ہیں۔

[2] پارہ ۱۲ سورہ ھود آیت ۵۶ (ترجمہ) جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

اخلاص کے پیشِ نظر آپ نے اس کو گروہ صوفیہ کے اسرار بھی عطا فرمائے۔

سیف خاں کی ایک خوبی یہ تھی کہ مشہور زمانہ علما اور نامور فضلا اس کی مجلس میں حاضر رہتے تھے۔اس کے اوقات وظائف میں گزرتے تھے۔کچھ وقت رعایا کی بھلائی اور دنیاوی امور طے کرنے میں صرف کرتا تھا۔اکثر اوقات درویشوں کی صحبت اور دین داروں کی خدمت میں رہتا تھا جیسا کہ مقدمے میں ارشاد الاخوان کے ضمن میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔اس رسالے اور مقالے کے موتیوں کو لڑی میں پرونے کو اس کے نام کیا ہے۔سیف خاں ہی اودھ میں قدوۃ الکبراؒ کی خانقاہ تعمیر کرنے کا باعث بنا۔آپ کے حکم کے مطابق اس نے شیخ شمس الدین صدیقی اودھی کی اس قدر خدمت کی کہ کسی اور نے نہ کی تھی۔حضرت قدوۃ الکبراؒ کی اس کے حال پر اس قدر مہربانی کہ اسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔آپ نے اکثر مرتبہ فرمایا، ہندوستان کے حاکموں میں سے اگر ہم نے کوئی شخص صاحبِ احسان و ایقان دیکھا تو وہ سیف خاں تھا۔